مولانا زاہدالراشدی

مولانا ظفر علی خان اور شورش کاشمیری کے صحافتی کردار کا تسلسل

گزشتہ دنوں مسلم ٹاؤن لاہور میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے دفتر میں ہیومن رائٹس فاؤنڈیشن آف پاکستان کی مرکزی کمیٹی کا اجلاس تھا۔ یہ فاؤنڈیشن چند ہم خیال دوستوں نے انسانی حقوق کے حوالے سے اسلامی تعلیمات و احکام کو اجاگر کرنے اور انسانی حقوق کے نام پر اسلام اور پاکستان کے مفاد کے خلاف کام کرنے والی این جی اوز کو بے نقاب کرنے کے لیے چند ماہ قبل قائم کی تھی اس کے چیئرمین لاہور ہائی کورٹ کے وکیل چوہدری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ اور سیکرٹری جنرل سیالکوٹ کے پروفیسر شجاعت علی مجاہد ہیں۔ اول الذکر کا تعلق احرار سے ہے اور ثانی الذکر بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں اور دونوں تحریک ختم نبوت کے سرگرم کارکنوں میں سے ہیں جبکہ ان کے علاوہ دیگر عہدیداروں اور مرکزی کمیٹی کے ارکان میں لاہور سے میاں اویس احمد، جناب سیف اللہ خالد اور گلزار احمد ایڈووکیٹ، چیچہ وطنی سے عبداللطیف خالد چیمہ، جوہر آباد سے جناب عبدالرشید ارشد اور پتوکی سے خالد لطیف گھمن کے علاوہ گوجرانوالہ سے راقم الحروف کے نام بھی شامل ہیں اور اس کا دفتر ۱۳ فین روڈ لاہور میں یکم اکتوبر سے باقاعدہ کام کا آغاز کر رہا ہے۔

اجلاس کے دوران جناب حامد میر کا وہ کالم بھی زیر بحث آیا جو اسی روز "اوصاف" میں چھپا تھا اور جس میں انہوں نے قادیانی حلقے کی اس پیش کش کا ذکر کیا ہے کہ اگر پاکستان کی قومی اسمبلی انہیں غیر مسلم قرار دینے کے فیصلے پر نظر ثانی کر لے تو پاکستان کے ذمہ بیرونی قرضوں کی ادائیگی کا اہتمام ہو سکتا ہے۔ احباب نے حامد میر کی دینی حمیت پر مسرت کا اظہار کیا اور ایک دوست نے کہا کہ یہ تائید غیبی ہے کہ قومی صحافت میں حامد میر نے حق اور اہل حق کی ترجمانی کا پرچم بلند کر رکھا ہے اور پورے حوصلہ اور استقامت کے ساتھ اسے بلند تر کرتے چلے جا رہے ہیں اس پر راقم الحروف نے عرض کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا تکوینی نظام ہے کہ وہ ہر دور میں اس زمانے کی ضروریات کے مطابق ہر شعبہ میں حق کی نمائندگی کے لیے کسی نہ کسی شخص کو کھڑا کر دیتے ہیں ہماری قومی صحافت کی تاریخ اس حوالہ سے مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی خان اور شورش کاشمیری رحمہم اللہ جیسے اصحاب عزیمت کے روشن کارناموں سے مزین ہے۔

مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ کا "کامریڈ" اور مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کا "الہلال" ایک دور میں ہماری ملی امنگوں اور جذبات کی علامت ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں میں ملی حمیت کا جذبہ بیدار رکھنے اور انہیں عالمی استعمار کی سازشوں سے خبردار کرنے میں جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کا ایک ناقابل فراموش باب ہے انہوں نے ملت اسلامیہ کو داخلی محاذ پر درپیش فتنوں کی طرف رخ نہیں کیا اور اپنی تمام تر توجہ خارجی محاذ پر مرکوز رکھی مگر مولانا ظفر علی خان اور شورش کاشمیری رحمہم اللہ نے داخلی محاذ پر بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ قادیانی فتنہ کو بے نقاب کرنے میں "زمیندار" اور "چٹان" کی خدمات سے کون ناواقف ہے؟ اور پھر آغا شورش

کاشمیری رحمہ اللہ کی یہ جدوجہد ہماری فکری تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے کہ انہوں نے علامہ اقبال کے فکر و فلسفہ کو دین بے زار دانشوروں کا یرغمال بننے سے بچایا اور تحریک آزادی کے مجاہدین کی کردار کشی کرنے والوں کے سامنے خود ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے۔

مولانا ظفر علی خان رحمہ اللہ کا تعلق میرے علاقے سے ہے میری پیدائش گکھڑ کی ہے جبکہ مولانا مرحوم کا گاؤں ''کرم آباد'' وزیر آباد سے دو میل کے فاصلے پر ہے مگر میں نے انہیں دیکھا نہیں صرف پڑھا ہے اور ایک زمانے میں بہت پڑھا ہے البتہ شورش کاشمیری رحمہ اللہ کو دیکھا بھی ہے سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے ان کے ساتھ تحریک ختم نبوت کے کئی مراحل میں شرکت کا موقع بھی ملا ہے اور ان کے جلوسوں میں بازو لہرا لہرا کر نعرے بھی لگائے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی آج زندہ ہوتا تو وہی کچھ لکھتا جو حامد میر لکھ رہے ہیں اور وہی کچھ کرتا جو حامد میر کر رہے ہیں۔

آج جبکہ عالمی استعمار اور مجاہدین اسلام کے درمیان تاریخی معرکہ کے آخری راؤنڈ کا بگل بج چکا ہے اور امریکہ کی قیادت میں پوری دنیائے کفر بوریا نشین اور حریت پسند ملاؤں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے کیل کانٹوں سے لیس ہو کر میدان جنگ اتری ہوئی ہے میرے جیسے نظریاتی کارکنوں کو ایک عدد ظفر علی خان اور شورش کاشمیری کا انتظار تھا جو قافلہ حق کا حدی خواں ہو اور باطل کو انہیں کے بے لچک لہجے میں للکارنے لگتا ہے کہ حامد میر کی صورت میں ظفر علی خان اور شورش کاشمیری کے صحافتی کردار کا تسلسل ایک بار پھر قائم ہو رہا ہے اور میں اس کے لیے بارگاہ ایزدی میں سراپا تشکر ہو کر حامد میر کی ثابت قدمی اور استقامت کے لیے دعا گو ہوں۔ آمین یارب العالمین۔

بقیہ از ص 30

(۳) ارتداد کے بعد مرتد کافر اپنے والد کی میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔ گویا اس حدیث کی روشنی میں کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔ کافر کے ساتھ تو معاشرتی اور تجارتی تعلقات رکھے جا سکتے ہیں۔ مگر جو مرتد ہو اس سے سماجی تعلقات رکھنا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ ارتداد کے بعد وہ درخت سے ٹوٹا ہوا ایسا پتہ ہے یا ایسی شاخ ہے کہ اب اس قابل نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دشمن سے دوستی یا تعلقات رکھے جا سکیں۔

یاد رکھیں کہ ارتداد کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے۔ ارتداد کی مختلف شکلیں ہیں۔ بعضوں کا تعلق ایمان اور اسلام کے ساتھ ہے۔ مثلاً اللہ کی ذات و صفات میں کا انکار، سنت نبوی کی حجیت کا انکار، فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قطعی انکار، ختم نبوت کا منکر، عبادات میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار اس طرح اللہ کی حلال چیزوں کو حرام یا حرام چیزوں کو حلال یا دونوں کے فرق کو ختم کر کے یہ کہنا کہ حلال و حرام کی تمیز یا فرق کو نہیں مانتا۔ ضروریات دین کا اور آخرت کا انکار یا جنت و جہنم کے وجود کا انکار، ان سب امور میں کسی ایک کا انکار بھی ارتداد ہے۔ جو موجبات کفر میں سے ہے۔ قرآن پاک کی ایک آیت کا انکار بھی موجب کفر میں سے ہے۔